# جوڈیشل کمیشن: تحریکیوں کیلئے سیلابی ریلا ثابت ہوا

تحریر: سہیل احمد لون

چند ہفتے قبل برطانیہ میں عام انتخابات منعقد ہوئے اُس دن بھی سب معمولات زندگی معمول کے مطابق چل رہے تے، کسی عام تعطیل کا اعلان نہیں کیا گیا بلکہ پولنگ ٹائم صبح سات بجے سے رات دس بجے تک اس لیے رکھا گیا تا کہ ہر شفٹ میں کام کرنے والا اپنا ووٹ کاسٹ کر سکے۔اس کے علاوہ بذریعہ ڈاک ووٹ ڈالنے کی اضافی سہولت بھی دی گئی جس کے لیے پہلے سے اندراج کروانا لازمی تھا تا کہ وقت مقررہ سے پہلے ووٹ پوسٹ کیا جا سکے۔صحافت کا طالب علم ہونے کی وجہ سے میں لوکل پولیٹکس میں دلچسپی رکھنے کے ساتھ ساتھ اس میں عملی طور پر حصہ بھی لیتا ہوں۔جس سیاسی جماعت کو میں نے ووٹ دیا اور سپورٹ کیا بدقسمتی سے وہ انتخابات نہ جیت سکی۔انتخابی مہم کے دوران میں نے اپنے علاقے میں ایک سیاسی ورکر کی حیثیت سے اشتہارات بھی تقسیم کیے اور مختلف اجلاس میں حصہ بھی لیا۔انتخابات والے دن پولنگ سٹیشن پر چند گھنٹے ڈیوٹی بھی دی۔وہاں پر حریف سیاسی جماعتوں کے ورکرز اور سپورٹرز بھی موجود تھے جن سے بڑے اچھے ماحول میں بات چیت بھی ہوتی رہی۔کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آیا اور انتخابی نتائج کو سب نے دل سے قبول بھی کر لیا۔مجھے اپنی سیاسی جماعت کی طرف سے انتخابات کے بعد ای میل آئی جس میں شکست پر افسوس مگر ہماری مدد اور محنت کی تعریف بمعہ شکریہ تسلیم کی گئی۔اس کے بعد چند پارٹی میٹنگ میں صرف ان عوامل پر بحث کی گئی جو ہارنے کی وجہ بنے تا کہ آئندہ ان غلطیوں سے گریز کیا جائے۔مجھے یہ بات پسند آئی کہ انھوں نے اس بات پر زیادہ توجہ نہیں دی کہ مخالف جماعت کیوں جیتی بلکہ اس بات پر توجہ دی گئی کہ ہم کیوں ہارے؟ایک روز مجھے ایک دعوت نامہ موصول ہوا جس میں ایک پارٹی میں شرکت کرنے کی درخواست کی گئی تھی۔یہ پارٹی صرف ان ورکرز کے اعزاز میں شکریہ کے طور پر رکھی گئی تھی جنھوں نے انتخابی مہم اور انتخابات والے دن معاونت کی تھی۔ہمارے ہاں جیتنے والے اپنے سیاسی ورکرز کو زبانی شکریہ کہنے میں شرمندگی محسوس کرتے ہیں یہاں ہارنے کے باوجود اپنے سیاسی ورکرز کی عزت افزائی دیکھ کر یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ یہاں ابھی انسان کی قدر ہے۔شاید اسی وجہ سے قدرت ان پر ہم سے زیادہ مہربان ہے۔ہمارے انتخابات گزرے دو برس سے زائد کا عرصہ بیت چکا ہے مگر ابھی تک انتخابات کی بازگشت سنائی دے رہی ہے۔آج بھی ہارنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ مخالف کیوں اور کیسے جیتا؟ وہ یہ نہیں سوچتا کہ وہ کیوں ہارا؟ بت پرستی کو شرک کہنے والی ہماری اکثریتی عوام شخصیت پرستی میں ایک بت پرست پنڈت سے بھی دو ہاتھ آگے نظر آتی ہے۔ایک پجاری اپنے بت کے سامنے عقیدت سے ہاتھ تو باندھ دیتا ہے مگر اس کے سامنے زبان کھولنے کو گستاخی نہیں سمجھتا مگر ہمارے یہاں شخصیت پرستی میں ہاتھوں کے ساتھ ذہن وزبان پر بھی تالے لگا لیے جاتے ہیں۔یہ سیاسی اوتار اپنی پرستش کرنے والوں کی اس کمزوری سے واقف ہیں جس کا فائدہ وہ کئی دہائیوں سے اٹھاتے چلے آ رہے ہیں۔موجودہ حالات دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ آئندہ ان کی نسل بھی عوام کو اپنا غلام بنا کر رکھیں گی۔نقل کرنے میں کوئی برائی نہیں بشرطیکہ نقل اچھے کاموں کی ہو۔تاجدار برطانیہ کا دارالحکومت لندن ہمارے سیاسی اکابرین کا

پسندیدہ ترین مقام ہے بعض وزراء کی حاضری لندن میں زیادہ اور پارلیمنٹ ہاؤس میں کم ہے، بعض سیاسی اور مذہبی رہنماء ملکہ کے پکے مہمان کا روپ دھار چکے ہیں۔ان سیاسی مرشدوں کو یہاں بھی تھوک کے حساب سے ''صحافی'' اور جان نچھاور کرنے والے سیاسی مرید مل جاتے ہیں۔ان دنوں تحریک انصاف کے فیصل واڈا صاحب لندن تشریف لائے ہیں اور بقول ان کے وہ پاکستان کی سلامتی کو درپیش ''خطرہ'' ایم کیوایم کے قائد اطلاف حسین کے خلاف مظاہرے کرنے اور برطانوی گورنمنٹ کو ان کے خلاف مزید ''ثبوت'' فراہم کرنے آئے ہیں۔تحریک انصاف کے رہنماء فیصل واڈا کو حالانکہ اس وقت وطن عزیز میں ہونا چاہیے تھا جہاں سیلاب غریبوں کی جان و مال کے ساتھ وہی سلوک کررہا ہے جو انکوائری کمیشن نے تحریک انصاف کی امیدوں کے ساتھ کیا ہے۔اور حقیقت تو ہے کہ جوڈیشل کمیشن تحریکوں کیلئے سیلابی ریلا ثابت ہوا ہے۔لندن میں تحریک انصاف کا الطاف حسین کے خلاف یہ چند ماہ میں دوسرا ناکام مظاہرہ ہے جس میں دو درجن افراد نے شرکت کی۔اس سے قبل جو مظاہرہ کیا گیا تھا اس میں پاکستان سے تحریک انصاف کی کسی بڑی سیاسی شخصیت نے شرکت نہیں کی تھی۔اس مظاہرے کے خلاف برطانیہ میں مقیم ایم کیوایم کے پرستاروں نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ایک درجن ایم کیوایم کے حمایتی ایک طرف اور دو درجن انصافیان دوسری جانب، درمیان میں آدھی درجن ولائتی پولیس اور سامنے ایک درجن سے زائد صحافی۔چند منٹوں میں ماحول ایسا بننا شروع ہوگیا جیسا گوجرانوالہ میں چند روز قبل پی ٹی آئی اور نون لیگ کے سپورٹرز کے درمیان ہوا تھا۔فرق صرف یہ نکلا کہ یہاں ولائتی پولیس میں کوئی گلوبٹ نہیں تھا۔ایم کیوایم کے پورٹرز نے عمران خان کے خلاف گندی گالیوں والے پلے کارڈز اٹھائے ہوئے تھے، مخالفانہ نعرے گندی گالیوں میں تبدیل ہوگئے۔واڈا صاحب نے بھی ان کو منع کرنے کی جرات نہیں کی۔اگر وہ پلے کارڈز یا گالی گلوچ انگریزی زبان میں ہوتے تو شاید ولائتی پولیس اسی وقت کوئی ایسا ایکشن لیتی کہ ولائتی میڈیا کی ہیڈ لائن ہی یہ مظاہرہ ہوتا۔دونوں جانب سیاسی مرشدوں کو آپے سے باہر ہوتا دیکھ کر پولیس نے ان کو مظاہرے سے روک دیا۔یہاں آزادی رائے ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ Public Order Act 1986 بھی ہے جس کے Part I کی شق 4 اور 4A کے تحت پولیس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ امن و من قائم رکھنے کے لیے ان افراد کو گرفتار کرے جو پلے کارڈز پر abusive or insulting words لکھتے ہیں یا ان کے رویے میں ایسی چیز نظر آئے۔سیاسی ورکرز اور سپورٹرز کا یہ ڈیموکریٹک حق ہے کہ وہ سڑک پر کھڑے ہوکر پرامن احتجاج یا مظاہرہ کریں مگر اپنے سیاسی اوتار کی پرستش میں اپنے ہی ہم وطنوں سے دست گریبان اور گالی گلوچ کرنا مہذب قوموں کا شیوا نہیں۔جن کی پرستش میں یہ ورکرز اپنی جان تک ہار دیتے ہیں وہ ان کی قبر پر پھولوں کا ہار بھی چڑھانے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے۔جلسے، جلوسوں، ریلیوں اور دھرنوں میں جان کی بازی ہارنے والے سیاسی ورکرز اور سپورٹرز کو دیکھ کر بھی ہمارے جیالوں نے سبق نہیں سیکھا۔کبھی انگریزوں نے برصغیر پاک و ہند پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے divide and rule کی پالیسی اپنائی تھی۔آج کی اشرافیہ اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے ورکنگ، مڈل اور لوئر مڈل کلاس کو سیاست سے تقسیم کرکے ان کو آپس میں لڑوا کر گزشتہ کئی دہائیوں سے کامیابی سے ان پر راج کررہی ہے۔

اپنے دیس میں تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہم کون ہیں اور کیا ہیں لیکن پرائے دیس میں اپنا تماشہ بنوانا انتہائی ہتک آمیز اور غیر شریفانہ طریقہ کار ہے جس کو ہرگز ہرگز سیاسی نہیں کہا جاسکتا۔دوسری طرف جوڈیشل کمیشن کی رپورٹ تسلیم کرکے عمران خان نے اپنے اُس ورکر کو انتہائی

مایوس کردیا ہے جس کو اُس نے سیاسی طالبان بنا دیا تھا اور سیاسی نفرت کا اتنا زہر اُن کے ذہنوں میں انڈیل دیا تھا کہ اب بات عمران خان سے بھی سنبھلتی نظر نہیں آتی۔ نعیم الحق کو ترجمان بنانے کا فیصلہ اگر عمران خان کا ذاتی ہے تو انتہائی احمقانہ ہے لیکن یہ عمران کا ذاتی فیصلہ ہی ہو گا کہ نعیم الحق اُس کے پرانے دوستوں میں سے ہے لیکن انتہائی نالائق اور غیر سیاسی آدمی ہے۔ جو شخص پاکستان کے کسی علاقے سے کونسلر منتخب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اُسے اتنے سخت حالات میں پارٹی کا سربراہ بنانا انتہائی غیر دانشمندآنہ فیصلہ ہے جس کے نتائج بھی سامنے آنا شروع ہو چکے ہیں اور موصوف ایک نجی چینل پر مائیک وغیرہ اتار کر بھاگتے دکھائے دیئے ہیں۔ اِن حالات میں صرف وہی شخص تحریک انصاف کا ترجمان بن سکتا ہے جس کے پاس سیاسی بصیرت، وسیع مطالعہ اور مکمل سیاسی جرات اور حوصلہ ہو۔ عمران خان پے در پے غلطیاں کر کے پارٹی کا گراف نیچے لاتا جا رہا ہے جو بلدیاتی انتخابات میں اُس کیلئے انتہائی نقصان دے ہو گا لیکن شاید اب وہ اگلے الیکشن تک خیبر پختونخواہ سے آگے نہیں سوچے گا۔ گزشتہ سیلاب میں وزیر اعلیٰ سرحد کنٹینر پر رقص کر رہے تھے اور اب بھی حالات اُن کے کنٹرول سے باہر ہیں۔ عمران خان کے ارد گرد اس پوٹین جمع ہو چکے ہیں جو اپنے زار کو کسی وقت بھی لے ڈوبیں گے۔ عمران خان سے صرف ایک درخواست ہے کہ وہ پاکستان کی لڑائی پاکستان میں رکھے اور الطاف حسین کے خلاف اگر کچھ برطانیہ میں کرنا ہے تو اس کیلئے حکومتِ پاکستان کو مجبور کرنے کیلئے حقیقی اپوزیشن کا کردار ادا کرے ورنہ اس بار یکی دھرنے سے بہت زیادہ ہو گی اور جہاں تک عمران خان کا یہ کہنا ہے کہ اس دھرنے سے عوامی شعور میں اضافہ ہوا ہے تو میں اس سے سو فیصد متفق ہوں لیکن یہ شعور عمران خان کیخلاف استعمال ہو گا کیونکہ غلطیاں بھی وہی کر رہا ہے اور ابھی تو دھرنوں کے اندر کیا دھر بہت کچھ باہر آنا ہے جو عمران خان کے علم میں نہیں۔۔۔!

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔ سرے

sohailloun@gmail.com

26-07-2015